سوال

میں ایک غیر مسلم ملک میں تعلیم کے لیے آیا ہوں، میرا سوال یہ ہے کہ: اگر علم وورع میں مشہور کسی عالم دین کی رائے پر عمل کروں خاص کر عبادات کے مسائل میں میرے خیال کے مطابق اس کے پاس دلیل ہے اور یہ مسئلہ اساسی طور پر میرے جیسے شخص کے لیے نماز جمع اور قصر کرنے کے مسئلہ میں ہے تو کیا مجھ پر گناہ ہوگا، اور کیا ایسا کرنا صحیح ہے؟ اور کیا یہ دینی وسعت میں شامل ہوتا ہے، اس کے ساتھ اس روایت سے استدلال کرنا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم آسان ترین معاملہ اختیار کرتے تھے، جبکہ اس میں کوئی گناہ نہ ہو، میں بہت ساری مشکلات کا شکار ہوں جس نے تجربہ نہ کیا ہو وہ ان مشکلات کو نہیں جان سکتا، لیکن اللہ اعلم یہ رخصت صرف مشقت کی وجہ سے نہیں، بلکہ اللہ تعالی پسند کرتا ہے کہ اس کی رخصتوں پر عمل کیا جائے، برائے مہربانی آپ میرے سوال کا جواب دیں، اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ اسے آپ کی نیکیوں میں شامل کرے

جواب

ہمہ قسم کی حمد اللہ تعالی کے لیے، اور درود وسلام ہوں اللہ کے رسول پر، بعد ازاں:

اول:

اہل علم میں سے علم وامانت میں معروف کی تقلید کرنے پر جبکہ وہ حدیث کے مخالف نہ ہو کوئی گناہ نہیں، جبکہ وہ اللہ تعالی کے درج ذیل فرمان پر عمل کر رہا ہو:

اگر تمہیں علم نہیں تو اہل علم سے دریافت کر لیا کرو النحل (43).

عامی یعنی ان پڑھ شخص کی بنسبت عالم شخص ایک دلیل کی طرح ہے، اس کے لیے واجب ہے کہ وہ عالم دین کو تلاش کرے اور اس کے فتوی پر چلے

شاطبی رحمہ اللہ کا کہنا ہے:

"مجتہدین کے فتاوی جات عام لوگوں کی بنسبت شرعی دلائل کی مانند ہیں، اس کی دلیل یہ ہے کہ مقلدین کے لیے دلائل کا ہونا یا نہ ہونا برابر ہے، کیونکہ وہ اس سے مستفید نہیں ہو سکتے، کیونکہ دلائل کو دیکھنا اور ان سے مسائل کا استنباط کرنا ان پڑھ لوگوں کا کام نہیں، اور ان کے لیے بالکل یہ جائز نہیں اور پھر اللہ سبحانہ وتعالی کا فرمان ہے:

اگر تمہیں علم نہیں تو تم اہل علم سے دریافت کر لیا کرو.

اور مقلد شخص عالم نہیں، اس لیے اس کے لیے اہل علم سے دریافت کرنے کے علاوہ کچھ صحیح نہیں، اور مطلقا اہل علم ہی احکام دین میں مرجع ہیں، کیونکہ وہ شارع کے قائم مقام ہیں، اور ان کے اقوال شارع کے قائم مقام ہیں" انتہی

دیکھیں: الموافقات (292/4).

اور الموسوعۃ الفقھیۃ میں درج ہے:

"فتوی لینے والے شخص کو اگر کوئی حادثہ پیش آجائے تو اسے علم وعدالت سے متصف شخص سے دریافت کرنا واجب ہے

ابن عابدین کمال بن ھمام سے نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں :

اس پر اتفاق ہے کہ جو شخص علم واجتھاد اور عادل ہونے میں معروف ہو، یا جس کی طرف وہ یہ منصوب دیکھے، اور لوگ اس کی تعظیم کرتے ہوئے اس سے فتوی لیتے ہوں تو اس سے فتوی دریافت کرنا حلال ہے، اور جس کے متعلق اس کا گمان ہو کہ وہ مجتھد اور عادل نہیں تو ایسے شخص سے فتوی نہ لینے پر اتفاق ہے

اور اگر مستفتی یعنی فتوی لینے والا شخص ایک سے زائد عالم دین پائے اور وہ سب عادل ہوں اور فتوی دینے کے اہل ہوں تو جمہور فقھاء کے ہاں فتوی لینے والے کو اختیار ہے وہ جس سے چاہے فتوی لے، اور جس سے چاہے سوال کر کے اس پر عمل کرے اور اس پر ضروری نہیں کہ وہ ان میں سے افضل کو تلاش کرتا پھرے تا کہ اس سے سوال دریافت کرے، بلکہ اس کے لیے جائز ہے کہ اگر چاہے تو ان میں سے افضل سے سوال کرلے، اور اگر چاہے تو افضل کے ہوتے ہوئے مفضول سے سوال کرلے، اس کی دلیل انہوں نے یہ دی ہے :

فرمان باری تعالی ہے :

اگر تمہیں علم نہیں تو اہل علم سے پوچھ لیا کرو.

کیونکہ پہلے لوگ صحابہ کرام سے دریافت کیا کرتے تھے حالانکہ ان میں افضل اور اکابر صحابہ بھی موجود تھے، اور ان سے سوال کرنا بھی ممکن تھا

اگر فتوی لینے والا ایک سے زائد مفتیوں سے فتوی لے اور ان سب کے فتوی جات ایک جیسے ہی ہوں اگر وہ ان کے فتوی پر مطمئن ہو تو اسے اس پر عمل کرنا چاہیے، لیکن اگر مختلف ہوں تو فقھاء کے دو قول ہیں :

جمہور فقھاء جن میں احناف مالکیہ اور بعض حنابلہ اور ابن سریج اور سمعانی اور غزالی شافعی کہتے ہیں کہ عامی شخص کو یہ اختیار نہیں کہ وہ جو چاہے اختیار کرے اور جسے چاہے چھوڑ دے، بلکہ اسے ترجیح کے اعتبار سے عمل کرنا چاہیے

اور شافعیہ اور بعض حنابلہ کے ہاں صحیح اور اظہر یہ ہے کہ مختلف فتوی دینے والوں کے مختلف اقوال میں عامی شخص کو اختیار جائز ہے، کیونکہ عامی کے لیے تقلید ہے، اور وہ جس مفتی کے فتوی پر عمل کریگا یہ حاصل ہو جائیگا" انتہی مختصرا

دیکھیں : الموسوعۃ الفقھیۃ (32/47-49).

دوم :

سائل بھائی آپ کے لیے ضروری ہے کہ آپ اپنا مسئلہ کسی ایسے عالم کے سامنے رکھیں جو امانت وعدالت اور ثقاہت میں مشہور ہو پھر آپ اس کا فتوی لے کر اس پر عمل کریں، رخصت اور آسان ترین فتوی تلاش کر کے اس پر عمل کرنا صرف ایک ہی صورت میں جائز ہے :

وہ یہ کہ مفتیوں کا کسی ایسے فرعی اور اجتھادی مسئلہ میں اختلاف ہو، جس کے متعلق کتاب وسنت میں کوئی نصوص نہ ہوں جو کسی ایک قول کو راجح قرار دیتی ہوں، بلکہ اس میں مرجع اور ترجیح صرف رائے اور اجتھاد ہو، تو اس صورت میں اگر مسلمان شخص کو اس کی ضرورت پیش آئے تو اس کے رخصت پر عمل کرنے میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ شرعی قاعدہ اور اصول ہے کہ :

" مشقت آسانی کو لاتی ہے "

لقاءات الباب المفتوح میں شیخ ابن عثیمین رحمہ کا قول ہے :

سوال :

کیا ایک سے زائد عالموں سے فتوی لینا جائز ہے ؟

اور کیا فتوی مختلف ہونے کی صورت میں مستفتی آسان ترین یا احوط ترین فتوی پر عمل کر سکتا ہے ؟

اللہ تعالی آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے

جواب :

جب انسان کسی ثقہ اور متعبر عالم دین سے فتوی لے تو پھر اس کے لیے کسی اور عالم دین سے فتوی لینا جائز نہیں؛ کیونکہ ایسا کرنے سے دین کو کھیل بنانا اور رخصت تلاش کرنا ہے؛ وہ اس طرح کہ وہ فلان عالم دین سے دریافت کرتا ہے، اور اگر وہ فتوی اس کے مناسب نہیں تو کسی اور سے دریافت کرنا شروع کر دے، اور اگر اس کا جواب بھی اس کے مناسب نہ ہو تو کسی تیسرے سے دریافت کرنا شروع کر دے، اور پھر علماء کرام کا تو کہنا ہے کہ رخصتیں تلاش کرتے پھرنا فسق ہے

لیکن بعض اوقات انسان کے پاس مثلا فلاں عالم دین کے علاوہ کوئی اور نہیں ہوتا، تو بطور ضرورت وہ اس سے دریافت کر لے، لیکن اس کی نیت میں ہوتا ہے جب علم و عمل اور تقوی و دین میں اس سے ثقہ اور معتبر عالم دین سے ملونگا تو اس سے دریافت کرونگا تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ پہلے عالم دین سے ضرورت کی بنا پر دریافت کر لے پھر اگر اس سے بہتر عالم دین پائے تو اس سے پوچھ لے

اور اگر علماء کرام اسے مختلف فتوی دیں، یا پھر مثلا ان کی جو تقاریر اور دروس سنتا ہے اس میں اختلاف ہو تو جسے وہ دین اور علم میں اقرب الی الحق دیکھے اس کی بات تسلیم کر لے

بعض علماء کا کہنا ہے : احتیاط اور احوط کی پیروی کرے اور یہ شدید ہے

اور ایک قول یہ بھی ہے : آسان ترین کی پیروی کرے

اور یہی صحیح ہے؛ جب آپ کے پاس فتوے برابر ہوں تو ان میں آسان ترین کی پیروی کر لو؛ کیونکہ اللہ کا دین آسانی اور سہولت پر مبنی ہے، نہ کہ شدت اور سختی پر، اور پھر عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصف بیان کرتے ہوئے کہتی ہیں :

"جب انہیں دو معاملوں میں اختیار دیا جاتا تو وہ ان دونوں میں سے آسان ترین کو اختیار کر لیتے جبکہ وہ گناہ نہ ہوتا" انتہی

دیکھیں : لقاءات الباب المفتوح لقاء نمبر (46) سوال نمبر (2).

اس بنا پر آپ کے لیے رخصت والے قول پر دو شرطوں کے ساتھ عمل کرنا جائز ہے :

1- اس نے سلف اور خلف علماء کرام میں سے جمہور علماء کی مخالفت نہ کی ہو، بلاشک وشبہ وہ سب سے زیادہ تقوی وورع اور علم رکھنے والے تھے جن کی اتباع لوگوں کو اپنے مذہب میں کرنی چاہیے

2- دونوں قول کے مالک علماء کے دلائل مسئلہ میں برابر ہوں، تو اس وقت آپ کے لیے آسان ترین قول لینا جائز ہے

واللہ تعالی اعلم

اس سلسلہ میں ہماری ویب سائٹ پر موجود سوال نمبر (9516) اور (22652) اور (30842) کے جوابات کا مطالعہ کریں

واللہ اعلم.

اسلام سوال وجواب

105721